Cosmos Multidisciplinary Research E-Journal
Online Available at www.cmrj.in
Recognized International Peer Reviewed Journal
Impact Factor 5.3
ISSN No. 2456-1665

اُردو ناولٹ : تعارف اور روایت

Urdu Novel: Introduction and Tradition

Dr. Qureshi Ateeque Ahmed Abdul Quddus — ڈاکٹر قریشی عتیق احمد عبدالقدوس
Head, Department of Urdu — صدر شعبہ اُردو
Arts, Sci. & Comm. College, Badnapur — آرٹس، سائنس و کامرس کالج، بدناپور ضلع جالنہ (مہاراشٹر)
e-mail: ateeqahmedhnl@gmail.com

اردو فکشن کی تاریخ کو چند سطور میں سمیٹا جائے تو یہ بات واضح ہوتی ہیں ہے کہانی سننا اور سنانا انسانی فطرت کا ایک لازمی حصہ رہا ہے، اسی فطرت اور ماحول نے جو شاہوں اور جاگیرداروں کی زیر اثر پروان چڑھ رہی تھی اور جو ماحول اساطیر کے زیر اثر تھا اس نے اپنے دامن میں داستان جیسی صنف کو پروان چڑھایا اور جب ہمارا معاشرہ اساطیر اور ماورائی نظام سے باہر آنا شروع ہوا، اسے دنیا کے نئے مزاج کا احساس ہوا اور وہ داستانوی کردار کافور ہوئے تو حقیقت اور حقیقی کرداروں نے ناول کا روپ دھار لیا۔ اردو ادب میں ناول کا دور اپنے دور کی سچائیوں کی سچی کہانی ہے۔ بہر طور ترقی کی نئی ہواؤں نے وقت کو پر لگا دیئے تو ناول کی حقیقت بیانی کے دامن میں انسانی فکر کی پرواز نے فرصت کے لمحات کی شکایت کی تو افسانہ جیسی لازوال صنف، نثری غزل کا روپ دھار کر سامنے آگئی۔ ناول اپنے کرداروں کے زندگی کی مکمل مرقع کشی کر رہا تھا تو افسانہ کردار کو ایک جز میں سمیٹ کر کل کا بیانیہ بن گیا ۔ ترقی اور جدت انسانی ذہن و فکر اور عمل کا لاینفک جز ہیں جو اپنے وقت اور ماحول کی بھٹی میں نئے شعور اور فکر کی راہوں کو ہموار کرتا ہے۔ انسانی شعور اور بدلتے ماحول نے مقتضائے وقت پر لبیک کہہ کر ناول کے دامن سے ناولٹ اور افسانے کے دامن سے افسانچہ کی کشید کر لی۔

ہمارے ماہرین و ناقدین فکشن نے جس طریقہ سے ناول اور افسانے کی فنی تاریخ کو انگریزی ادب کے دامن سے جوڑا ہے اس سے فی الحال چند ایک آوازوں کے حوالے کے علاوہ کوئی دوسری صورت نظر نہیں آتی۔ ناول سے ناولٹ کے فنی ارتقاء کی بنیادیں بھی ہمیں ناول کی وجہ تسمیہ کی طرف لے جاتی ہیں لفظ ' ناول'' اطالوی لفظ سے مشتق ہے جس کی ابتدائی شکل ''ناویلا'' تھی جو کہ اطالوی زبان کے لفظ 'نوویلا' سے مشتق ہے۔ اس کا فرانسیسی ہے۔ جو اطالوی زبان Novellus اور Novella تلفظ ' نوِول' ہے اور اس کے معنی ' مختصر ناول' سے مشابہت رکھتے ہیں سے ماخوذ ہے۔

دی چیمبرز ڈکشنری کے مطابق لفظ نوویلا اطالوی زبان کا لفظ ہے اور اس کے معنی ' مختصر ناول' سے مشابہت رکھتے ہیں۔ ناول جب انگریزی زبان میں داخل ہوا تو اپنے ساتھ ایک مخصوص لب ولہجہ انگریزی زبان کا اختیار کیا۔ انسائیکلوپیڈیا برٹنکا نے اس کے تعلق سے بیان کیا ہے کہ :

> ''لفظ ناول بذات خود لازمی طور سے اطالوی لفظ نووس سے ماخوذ ہے۔ جس کے معنی جدید یا نئے کے ہوتے ہیں۔ مختصر کہانی کے لئے اطالوی لفظ نوویلا جس کے معنی کہانی کے برعکس انفرادیت کی حامل تخلیق کے نہیں بلکہ کم از کم موجودہ واقعات و حالات کو بھی پیش کرنے کا فریب دیتی ہے یعنی روزمرہ کے حالات زندگی کی تشریح کرنے کا بھی فریب دیتی ہے جب یہ لفظ انگریزی زبان میں منتقل ہوا تو اس نے کسی حد تک اپنا دوہرا پن قائم رکھا۔''

(Encyclopeadia Britannica,Vol-16,P.674)

ناولٹ دراصل فنی اعتبار سے کسی نئے فارم یا کسی نئے ادبی فن پارے کا نام نہیں بلکہ ناولٹ کی بنیادیں ناول پر ہی استوار ہیں۔ ناول اور ناولٹ وہی ہے۔ کبھی (Novella)، کبھی نوویلا (Novellat) ، کبھی ناولٹ (Novelette) ، کبھی ناولٹ (Short Novel) جو کبھی مختصر ناول کہلائی گئی۔ بہر حال لفظی و لسانی اعتبار سے دیکھا جائے تو ناولٹ، ناول کی مختصر تحریر کا نام (Novelle) ، اور کبھی ناویلے (Nouvella) نوول

کالاحقہ Lette ہے۔جو کہ ہمارے اردو ادب میں دیگر اصناف کی طرح یہ بھی مغربی ادب ہی کی دین ہے۔ بعض ماہرین ادب کا یہ خیال ہے کہ Book،Booklette کالاحقہ لگادینے سے Lette کے آگے Book لگادینے سے متعلقہ اسم کی تصغیر مقصود ہوتی ہے۔مثال کے طور پر یعنی ناولچے Novelette، اب Novel کالاحقہ استعمال کرنے سے Lette کے آگے Novel یعنی کتابچہ بن جاتی ہے اسی طرح سے میں منتقل ہو جاتا ہے۔ اگر یہاں ناول اور ناولٹ کی تفہیم کے حوالے سے یہ بیان کیا جائے تو قطعی غلط نہیں ہو گا کہ ناولٹ دراصل ناول کے اختصار اور افسانے کے طوالت کا بیان ہے اور یہی ناولٹ لفظی اعتبار سے اردو قالب میں افسانچہ کی طرح ناولچہ کہلاتا ہے۔اردو ناولٹ کے ابتدائی ناقدین میں علی عباس حسینی کا نام سر فہرست ہے۔ موصوف کو ناولٹ کا پہلے ناقد کہا جاتا ہے،آپ اردو کے پہلے ناقد ہیں جنھوں نے ناولٹ کی اصطلاح کے لئے ناولچہ کا لفظ استعمال کیا ہے۔بقول ڈاکٹر وضاحت حسین رضوی کہ:

"ناولٹ کے لغوی معنی ہی ہیں،"مختصر ناول" اور نقادوں میں سب سے پہلے علی عباس حسینی نے اس کے لئے "ناولچہ" کا لفظ استعمال کیا ہے۔" ۲

(اردو ناولٹ ہیئت اور اسالیب۔ڈاکٹر وضاحت حسین رضوی۔ ص۔ ۳۰)

ناولٹ کو اردو میں ہی نہیں بلکہ انگریزی زبان میں بھی مختصر ناول (شارٹ ناول) کی اصطلاح سے بھی منسوب کیا جاتا ہے۔ جو کہ ہمارے اردو زبان میں اطالوی لفظ 'ناویلا' سے ادب میں داخل ہوا ہے۔ جس کو ناولٹ کی اصطلاحی معنی کے طور پر استعال کیا گیا ہے۔البتہ انسائیکلوپیڈیا امریکہ میں ناولٹ کی اصطلاحی تعریف اس طرح سے بیان کی گئی ہے کہ:

In literature work of fiction briefer and less complex then novel and more extensive then a short story. The lenght usually ranges from about 20000 to 50000 words.

(The Encyclopedia Americana. Valueme-20, International Edition, 1984. P-511)

یعنی مختصر افسانہ،ناول سے کم پیچیدہ ہوتا ہے جب کہ ادب فکشن میں مختصر کہانی بیان کی جاتی ہے، جس کی وسعت عام طور پر ۲۰۰۰۰ سے ۵۰۰۰۰ الفاظ تک محیط ہوتی ہے۔

ناولٹ اور ناول کے امتیاز کی بات کی جائے تو ان دونوں اصناف کے تئیں متعدد خیالات و آراء پیش کی گئی ہیں بقول احمد ندیم قاسمی:

"ناولٹ کا تعلق ناول کی خاندان سے ہے اور ناول میں جو واقعاتی اور کرداری پھیلاؤ ہوتا ہے اس سے ناولٹ محروم نہیں ہوتا۔ ناولٹ میں یہ پھیلاؤ کچھ سمٹ جاتا ہے۔ مگر ناولٹ میں بھی تاثر وہی ناول کی سی ہمہ گیری اور ہمہ جہتی کا ہوتا ہے۔"

(پیش لفظ۔ضبط کی دیوار۔احمد ندیم قاسمی۔ گورا پبلشر،لاہور۔۱۹۹۵ء ص ۹)

مذکورہ بالا اقتباسات میں،اردو ادب میں ناولٹ کی تعریف کو سمجھنے اور فن کو برتنے کے نقوش ابھر کر سامنے آتے ہیں۔ماہرین و ناقدین کے حوالے سے پیش کردہ مذکورہ بالا توجیحات سے یہ بات واضح ہوتی ہیں کہ ناولٹ دراصل ناول کے فنی ارتقا کا ایک پڑاؤ ہے نہ کے کوئی مختلف صنف ادب۔،ناول فکشن کا طویل بیانیہ ہے تو افسانہ مختصر،اور ناولٹ ان دونوں کے درمیان کا ایک پڑاؤ۔ مجموعی اعتبار سے ناولٹ کی بنیادیں مکمل طور پر ناول کے فن پر ہی استوار ہوتی ہیں فرق جو ہیں وہ کہانی کا اختصار، کینویس کی محدودیت،اور کردار کا تاثر وحدت ہیں۔ناول کے بالمقابل ناولٹ وقت کی کمیت کے ساتھ قصہ اور کردار کو جامعیت کے پیرائے میں پیش کرنے کا فن ہے۔

انیسویں صدی کا نصف آخر اور بیسویں صدی کا ربع اول اردو زبان و ادب کے حوالے سے بڑی خوش آئند انقلابی تبدیلیوں کا حامل رہا۔یہ دور وہ تھا جب ادب میں تحریکات،رجحانات اور مقتضائے وقت کے زیر سایہ فکری،فنی و موضوعاتی اعتبار سے نئے نئے تجربات کئے جانے لگے۔اصلاحی ادب، موضوعاتی ادب،ترقی پسند ادب و حلقہ ارباب ذوق اور رومانی ادب جیسے فکر اور رجحان کے زیر سایہ اردو کا شعری و نثری سرمایہ خوب سے خوب تر نئ تبدیلیوں کی طرف گامزن ہوا۔یہی وجہ ہیکہ اردو فکشن کی تاریخ میں ناول اور ناولٹ کے تانے بانے بننے میں ڈپٹی نذیر احمد سے پریم چند اور پریم چند سے قرۃ العین حیدر تک ایک تسلسل ادب کی کہکشاں کی تشکیل کرتا ہوا نظر آتا ہے ۔ خصوصاً اردو ناول اردو ناولٹ کے اعتبار سے یہ دور بہت کامیاب دور رہا ہے۔آیئے اب ہم یہاں ۱۹۶۰ء کے بعد اردو ناولٹ نگاری کا مختصر جائزہ پیش کرتے ہیں۔

جہاں تک ۱۹۶۰ء کے بعد ناولٹ نگاری کی بات کی جائے تو اس صنف فکشن کی دنیا میں وہ درخشاں ستارے جگمگاتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں جن کے بغیر اردو فکشن اور خصوصا اردو میں ناولٹ نگاری کی تاریخ مکمل نہیں ہوسکتی۔ جنھوں نے اردو ناولٹ نگاری میں اپنی منفرد شناخت ہی نہیں بنائی بلکہ اردو فکشن کی تاریخ میں ایک نئے باب کا اضافہ کیا ہے۔اس دور کے ناولٹ نگاری کے شہ سواروں میں کرشن چندر، عبداللہ حسین، عزیز احمد، عصمت چغتائی، قرۃ العین حیدر، سلیم اختر، واجدہ تبسم، بانو قدسیہ، احمد سعید، سائرہ ہاشمی وغیرہ کے نام سرفہرست ہیں۔

قرۃ العین حیدر:

قرۃ العین حیدر جدید اردو فکشن کی نور العین ہے۔انہوں نے افسانے کے علاوہ ناولٹ اور ناول لکھے ہیں، ان کے افسانوں کی طرح ناول و ناولٹ بھی بے حد پر کشش ہوتے ہیں اور اس میں جدیدیت کا احساس ہوتا ہے، ان کا مشاہدہ گہرا اور زبان پر لطف ہوتی ہے، ان کی توجہ کا مرکز اعلیٰ طبقہ ہے، انہیں مشرقی اور مغربی افسانوی ادب پر یکساں عبور حاصل ہے۔اس کی ایک وجہ یہ ہوسکتی ہے کہ انہوں نے یورپ کا سفر کیا، اور دوسری وجہ یہ ہوسکتی ہے ان کے والد سجاد حیدر تھے جنھوں نے بیک وقت کئی زبانوں کے ترجمے اردو زبان میں کئے ہیں، ہندوستانی تہذیب سے وہ اچھی طرح واقف ہیں، اس وجہ سے ان کے فن میں گہرائی پیدا ہوگئی ہے۔انہوں نے اپنی ناول نگاری کا آغاز ''میرے بھی صنم خانے ۱۹۴۹ء'' سے کیا بعد ازاں ''سفینہ غم دل'، 'آگ کا دریا'، 'کار جہاں دراز ہے'، 'آخر شب کے ہم سفر''، ''گردش رنگ چمن'، ''چاندنی بیگم جیسے شاہکار ناول اردو ادب کو دیئے۔اس کے علاوہ قرۃ العین حیدر نے کئی ناولٹ بھی تخلیق کیے ہیں، جن میں فنی گہرائی کے ساتھ ساتھ زوال آمیز جاگیر داری سماج جگمگاتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔مصنفہ کے ناولٹ میں ''دلربا''، ''سیتاہرن''، ''چائے کے باغ''، ''اگلے جنم موہے بٹیانہ کیجو'' اور ''ہاؤسنگ سوسائٹی'' خصوصی اہمیت کے حامل مذکور تمام ناولٹ سن ۱۹۶۰ء کے بعد منظر عام پر آئے۔

عزیز احمد:

عزیز احمد جنوبی ہند میں فکشن کی دنیا کا ایک اہم نام ہے ترقی پسند تحریک کے عروج کا زمانہ اور عزیز احمد کی قلم کی جولانیاں ہم رکاب رہی ہیں ان کے ناول موضوع اور فن کے اعتبار سے ترقی پسندی کے ترجمان ہیں۔ عصمت اور سعادت حسن منٹوں کے معاشرے وہ موضوعات جو شجر ممنوعہ تھے ان موضوعات کو عزیز احمد نے بہت چابکدستی سے برتا ہے۔عزیز احمد نے ناول کے ساتھ ناولٹ کے میدان مین بھی طبع آزمائی کی۔ان کے ناولٹ ''جب آنکھیں آہن پوش ہوئیں'' ۱۹۸۵ء''، ''مثلث'' ۱۹۸۵ء'' ''تیری دلبری کا بھرم'' خصوصی طور پر خاص اہمیت کے حامل ہے۔ان ناولٹ میں مغربی و مشرقی تہذیب کا حسین امتزاج ملتا ہے۔

ڈاکٹر سلیم اختر

ڈاکٹر سلیم اختر اردو تنقید کا قدآور نام ہے۔تنقید کے حوالے سے ڈاکٹر سلیم اختر کی شناخت مسلم ہے اسکے علاوہ فکشن کے میدان میں افسانہ و ناولٹ کے ذریعے ڈاکٹر سلیم اختر نے اپنی شناخت قائم کی ہے۔''ضبط کی دیوار ۱۹۷۷ء'' سلیم اختر کا حد درجہ خوبصورت اور عمدہ ناولٹ ہے۔جس میں اس دور کے نوجوانوں طبقہ میں پائے جانے والے جنسی نفسیات کو سلیقے اور فنی مہارت کے ساتھ بڑی ہی عمدگی کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔

واجدہ تبسم:

فکشن کی نسائی آواز میں واجدہ تبسم کا مقام مسلم ہے۔واجدہ تبسم کا بے باک قلم، نسائی احساسات وہ جزبات کی بے لاگ ترجمانی موصوفہ کی فنی خصوصیات کا حصہ ہے۔واجدہ تبسم کے قلم کی جولانیاں (۱۹۶۰ء) کے دہائی میں منظر عام پر آتی ہیں اور بہت جلد اپنی فنی چابکدستی، فکری اساس، سماجی و معاشرتی موضوعات، کے حوالے سے اپنا لوہا منوالیتی ہیں۔انہوں نے اردو زبان وادب کے دامن کو خوب وسعت بخشی اور فکشن کی دنیا میں اپنی کہانیوں، ناول اور ناولٹ کے ذریعہ اپنا مقام بنایا۔اان کے ناولٹس میں ''نتھ کی عزت''، ''کیسے کاٹوں رین اندھیری'' اور ''درد کا چاند'' اہم ہیں انہوں نے اپنے ناولٹس میں حیدرآباد دکن کے جاگیر دارانہ ماحول کے زوال ورجان کے ساتھ عورتوں کے جنسی استحصال کو بڑے ہی بے باکانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ان کے کہانیوں کے موضوعات میں جاگیر دار معاشرے کے ساتھ ساتھ نوابوں کی اخلاقی اور جنسی کمزوریاں، عیش وعشرت اور طوائفوں کرداروں کا بڑا ہی عمل دخل دکھائی دیتا ہے، جو کہ سماجی اور اخلاقی اقدار کے زوال کی نمائندگی کرتے ہیں۔

پروفیسر احمد سعید:

واجدہ تبسم کے معاصر ناولٹس نگاروں کی ایک لمبی فہرست ہے، اس فہرست میں ایک نام پروفیسر احمد سعید کا بھی آتا ہے، پروفیسر احمد سعید اپنے زمانے کے معروف فکشن نگار تھے آپ نے اپنے کہانیوں یں اپنے زمانے کے بیشتر سیاسی اور سماجی مسائل بڑی خوبصورتی سے پیش کیا ہے۔ آپ نے اپنے کہانیوں کے ذریعہ متعدد و بیشتر موضوعات ضمن میں حقیقت نگاری کی طرز میں بیان کیا۔ اور آپ بہت جلد اردو ادب میں حقیقت نگاری کی روایت کو بیان کرنے والے نمایاں مصنف بن گئے۔ انہوں نے اپنے ناولٹ ''دھنک ۱۹۸۳ء'' میں معاشرتی رجحان کی تکنیک کو ہی موضوع نہیں بنایا بلکہ حقیقت نگاری اور نفسیات کو بھی بروئے کار عمل میں لانے کی ہر ممکن کوشش کی۔ موصوف نے اردو ناولٹ نگاری میں نفسیاتی طرز بیان کو اپنے کہانیوں میں بیان کیا ہے۔

سائرہ ہاشمی:

سلیم اختر، واجدہ تبسم اور پروفیسر احمد سعید کے علاوہ دیگر ناولٹ نگاروں میں سائرہ ہاشمی ایک اہم ناولٹ نگار ہے۔ ان کے ناولٹس میں ''درد کی رُت ۱۹۸۳ء''، ''سیاہ برف ۱۹۸۶ء''، ''لیفٹ اوورز'' اور ''یادوں کی بارات ۱۹۸۶ء'' اردو ادب یں خاص طور سے اہمیت کے حامل ہے۔ محترمہ کے بیشتر تلخ قسم کی حقیقت نگاری کے ساتھ مشرقی عورت کا المیہ بھی ملتا ہے، سائرہ ہاشمی اس لحاظ سے بھی اردو ادب کی کامیاب خاتون رہی ہے کہ ناولٹوں میں نے اپنے تخلیقات میں ہندوستانی عورت کی نفسیات اور اس کے مسائل کو بہت بہترین طریقہ سے بیان کیا ہے۔ جب کے سلیم اختر کا ''ضبط کی انہوں بھارت کی تہذیبی اور معاشرتی اقدار ور حجانات کے لیے خاص اہمیت کا دیوار'' اور یونس جاوید کا ناولٹ ''دل کا دروازہ کھلا ہے'' وغیرہ ناولٹ میں حامل ہیں۔

۱۹۶۰ء کے بعد کا دور اردو ناولٹ کے لیے بہت سود مند دور رہا ہے۔ یہ ایک ایسا کامیاب اور ممتاز دور زمانہ تھا۔ جس میں نئے نئے تحریکات ور حجانات نے اپنا قد سارے زمانے کے سامنے اونچا کیا، اسی دور میں اردو زبان وادب کی ایک ممتاز تحریک وجود میں آئی جس کو جدیدیت کی تحریک بھی کہا جاتا ہے۔ البتہ ادب میں جدیدیت کی تحریک کے ساتھ جدید رحجانات بھی بڑے پیمانے پر دکھائی دیتے ہیں۔ اس دور کے یعنی بیسویں صدی کے جدید لکھنے والے مصنفین نے اپنے دور کے سماجی، معاشرتی اور تہذیبی روکے ساتھ ساتھ چلنے والے جدید ترین رو ور حجان کا تجربے بھی کیئے۔ ان تجربہ کار تجربے کرنے والوں کی فہرست میں کچھ نام ایسے بھی آتے ہیں، جنھوں نے اپنے زمانے کے پیش نظر ضرورت کردہ ناولٹوں میں علامتی اور تجریدی تکنیک میں انسانی سماج و معاشرے کے افراد کی بے چینی، تنہائی اور کمزوریوں کو جدید معاشرے سے بیگانگی کو وسیلہ اظہار بنا کر اس صنف کو ترقی راہ پر گامزن کیا۔ اردو ناولٹ نگاری کی روایت کو ترقی کی راہ پر گامزن کرنے والے مصنفین میں انور سجاد، جوگندر پال، انیس ناگی، نند کیشور، مستنفر حسین، احمد دائود، نیر مسعود اور غضنفر کے نام پیش پیش ہیں۔

غضنفر:

ناولٹ میں نئے تجربے و جدید رجان اور فکر و فن کے اعتبار جو نام سر فہرست آتا ہے وہ غضنفر کا ہے۔ جس نے ۱۹۷۰ء کے بعد اردو ناول کو اپنے تجربے، فن اور موضوعات کے اعتبار سے نئی بلندیوں سے روشناس کرایا۔ غضنفر نے اپنے ناولٹوں میں مختلف علامتیں تجریدے داخل کی جوان کی اپنی منفرد پہچان ہے۔ ان کے تخلیقات میں۔ ''پانی ۱۹۸۹ء''، ''کینچلی''، ''کہانی انکل''، ''مم ۱۹۹۴ء''، ''دوِیہ بانی''، ''فسوں'' اور ''وِش منتھن ۲۰۰۴ء'' بیشتر تخلیقات ایسی ہے جو اپنے منفرد پلاٹ کے باعث ناولٹ کہلاتے ہیں۔ ان کی اپنی منفرد شناخت بنانے میں ان کا کا شمار ہوتا ہے۔ مذکور تخلیقات میں ناولٹ ''پانی'' بہت اہم ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ناولٹ میں ایک نئے زمانے کو نئے انداز رنگ وآہنگ میں بیان کیا گیا ہے۔ جس کے اسلوب میں بڑی جاذبیت، استعاراتی فضا اور اساطیری کے ساتھ ساتھ تمثیلی داستان بھی نظر آتی ہے، بقول عشرت ظفر کہ :

> غضنفر کا ناولٹ پانی ۱۹۸۹ء کی اس زمرے کی مطبوعات میں سب سے زیادہ اہم حیثیت کا حامل ہے۔ خاص طور پر اس کا اسلوب جو'' اساطیری، داستانی و استعاراتی فضا کا غماز ہے قاری کو ایک سحر زدہ پرندے کی طرح اسیر رکھتا ہے۔'' ۲۰
>
> (غضنفر کی ناول نگاری۔ صبوحی اسلم۔ ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔ ۲۰۰۸ء۔ ص ۴۱۔)

انور سجاد:

انور سجاد اردو ادب کے جدید اور علامتی افسانہ نگاری کے بانیوں ہیں سے ور سجاد ایک اہم نام ہے، انہوں نے اپنے بیشتر کہانیوں میں مختلف تشبیہات، استعارات اور علامتوں کو بڑی ہی حسن خوبی کے ساتھ نبھایا ہی نہیں بلکہ انہیں اپنے کہانیوں میں استعمال بھی کیا ہے۔ جس کی بہترین مثال ہمیں ان کے ناولٹ ''خوشیوں کا باغ'' ۱۹۸۱ء اور ''جنم روپ'' ۱۹۸۵ء میں بڑی حسن اسلوبی سے ملتی ہے۔ ناولٹ ''خوشیوں کا باغ'' میں انور سجاد نے پاکستان کی جدید شہری زندگی کے حوالے سے اپنے زمانے کے مختلف تضادات کو بیان کیا ہے جب کہ انہوں نے اپنی دوسری ناولٹ ''جنم روپ'' میں ایک ایسے مردانہ سماج میں رہنے والی خواتین کے جذبات کی ترجمانی ہی نہیں کی بلکہ خواتین کی جذباتی گھٹن کو علامتی رجحان کے طور پر بھی اپنے تخلیقات میں پیش کیا ہے۔

جوگندر پال:

جوگندر پال اردو زبان وادب اور خصوصاً فکشن کی دنیا میں محتاج تعارف نہیں۔ آپ کے ناولٹوں میں بھی علامتی انداز کا طرز بیان بھی ملتا ہے۔ ان کے علامتی ناولٹ میں ''کچھوا'' اور ''بیانات'' بہت مشہور ہیں۔ ''کچھوا'' کا موضوع مہاجرت کے واقعات کو اس قدر بیان کرتا ہوا ہمارے قارئین کے سامنے آتا ہے۔ اس ناولٹ میں موصوف نے حقیقی زندگی سے متعلق واقعات کو بڑی ہی خوبصورتی سے بیان کیا ہے۔ جس میں طبعی رجحانات اور فکری میلانات کے تناظر میں انسانی ذات کی علامت کو بیانکیا گیا ہے۔ بہر حال جوگندر پال کا ناولٹ ''بیانات'' میں سائنس، فن اور ازدوجی زندگی مسائل کو موضوع بنایا گیا ہے۔ جوگندر پال کا یہ ناولٹ ''بیانات'' سن ۱۹۷۵ء میں منظر عام پر آیا۔

انیس ناگی :

جدید اردو ادب اور فکشن کی روایات کی تعمیر و تشکیل میں انیس ناگی کا اپنی منفرس حیثیت رکھتا ہے۔ ا انیس ناگی کا شاہکار ناولٹ ''دیوار کے پیچھے'' جدید اردو فکشن کی تاریخ میں اہم مقام رکھتا ہے۔ اس ناولٹ میں ایک ایسے قابل نفرت شہر کی کہانی بیان کی گئی ہے جہاں تمام انسانی رشتے مکروہ وبے جان اور بے معنی ہو گئے ہیں، اس ناولٹ میں آپ نے ان چیزوں کو بیان کیا گیا ہے جو کہ کسی روایتی داستان سے کم نہیں ہے۔ بہر کیف اس ناولٹ کے تعلق سے ڈاکٹر انور سدید کا کہنا ہے کہ :

> ''ناول 'دیوار کے پیچھے' معاشرے کے انتشار اور فرد کی شکست خوردگی کو اجاگر کرتا ہے یہ تنہا آدمی کا المیہ ہے۔ ناولٹ کے اختتام پر گھرا اندھیرا ملتا ہے اور 'دیوار کے پیچھے' کا پروفیسر اس اندھیرے کو چاک کرنے کے بجائے خود اپنی زندگی کا دامن دریدہ کرنے کے درپے ہو جاتا ہے، انیس ناگی کی خوبی یہ ہے کہ انہوں نے ناول کو ایک روایتی داستان بنانے کے بجائے اسے انسان کے داخلی دکھ کی علامت بنا کر پیش کیا ہے۔''۱۲
>
> (تبصرہ: دیوار کے پیچھے۔ ۱۹۸۰ء کا اردو ادب۔ مشمولہ بر سبیل تنقید مقبول اکیڈمی۔ لاہور۔ ۱۹۹۰ء ص نمبر ۳۴۔)

مستنصر حسین تارڑ:

مستنصر حسین تارڑ اردو ناولٹ نگاری کی روایت اہم نام ہے ان کے ناولٹ میں بھی علامتی رجحان کی نمائندگی نظر آتا ہے یا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کے ناولٹ علامتی رجحانات کی نمائندگی کرتے ہیں۔ ''فاختہ'' ان کا ایسا ہی ایک کامیاب وکامران ناولٹ ہے جس میں ریچھ اور عقاب دو ایسے علامتیں ہے جو کہ دو سپر پاورز کی علامت کو ظاہر کرتے ہیں۔ یہ سپر پاورز دو ملک ہیں ایک امریکہ اور دوسرا روس ہے۔ جب کہ خرگوش، اونٹ اور بن مانس وغیرہ تیسری دنیا کے پسماندہ وغریب ملکوں کی نمائندگی کرتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔ بہر حال مستنصر حسین تارڑ کے علاوہ دیگر ناولٹ نگاروں میں احمد داؤد کا ناولٹ ''رہائی''، نیر مسعود'' کا ''سیمیا'' ۱۹۸۷ء، نند کشور وکرم کا ''یادوں کا کھنڈر ۱۹۸۱ء''، غضنفر کا ''پانی ۱۹۸۹ء''، اقبال متین کا ''چراغ تہہ داماں''، عوض سعید کا ''بھیتر بھیتر آگ''، اعجاز راہی کا ''معتوب'' اور احمد یوسف کا ''پستی کے مکیں'' وغیرہ علامتی ناولٹ کے بہترین مثالیں معلوم ہوتے ہیں۔ یہ ایسے ناولٹس ہیں جو کہ آج کے جدید قارئین کے لیے بھی اور مستقبل کے آنے والے نئے نئے قارئین کے لیے بھی وہ باعث فخر کا بہترین معلومات فراہم کرنے کا اہم ذریعہ بنیں گے۔

معاصر ناولٹ نگاروں میں ڈاکٹر شکیل الرحمٰن کا ناولٹ ''نئے فرہاد'' ،شوکت صدیقی کا''کمیں گاہ''(جو کہ سہ ماہی رسالے 'سیپ' شمارہ نمبر دس (۱۰) میں یہی ناولٹ ''وہ اور اس کا سایہ' 'کے عنوان سے شائع ہوا تھا) جمیلہ ہاشمی کا ناولٹ ''آتش رفتہ'' ۔انہیں کے ساتھ لکھنے والوں میں اقبال متین ایک عمدہ و اہم نام ہے۔اقبال متین کا''چراغ تہہ داماں'' ،اردو ادب کی روایت میں اہم رول ادا کیا ہے۔اقبال متین کے ناولٹ نے اردو ناولٹ نگاری کی روایت میں وہی رول ادا کیا جو مرزار سوانے اردو ناول نگاری کی روایت میں ادا کیا ہے۔جیلانی بانو کا ناولٹ ''کیمیائے دل'' ، قاضی عبدالستار کا''دار شکوہ''،رام لعل کا''حریف آتش پنہاں''،کوثر چاند کا''بھوکا ہے بھگوان''،لیڈر حامدی کاشمیری کا''پرچھائیوں کا شہر''،واجدہ تبسم کا''ڈھنگ کے جنگ نہیں''،اکرام جاوید کا''پگھلتے موم کا شعلہ''، محمد فضل الرحمٰن کا''پھول سنگھ'' ،ستارہ بیگم ذکاءالرحمٰن کا''ڈپٹی کمیشنر'' وغیرہ جیسے ناولٹس اردو زبان وادب بہتریں اور ناقابل فراموش سرمایہ ہے۔

ترقی پسند تحریک کے اختتامی دور اور سانحہ تقسیم ہند کے بعد ہمارا معاشرہ جن انقلابی تبدیلیوں سے نبرآزما ہوا اور جدید رجحان اور فکر نے معاشرہ میں جو ہیجان برپا کیا جس کہ نتیجہ میں زبان وادب کی کوکھ سے جن ادبی شہ پارو کا جنم ہوا وہ اپنے دور اور انسانی ذہن و فکر کے اساس کا لازوال سرمایہ ہے۔یہی وجہ ہیکہ ۱۹۶۰ء کے بعد ناولٹ کا مطالعہ کیا جائے تو ہمیں اُن میں بیشتر ناولٹ میں عوامی معاشرے کی مصوری کے اعلی ترین مرقعہ نظر آتے ہیں۔ جس میں اقوام ہند میں پائے جانے والے تمام معاشرے کی غربت وافلاس،بے روزگاری،فاقہ کشی،بے مقصد و بے فیض اسناد کے حاصل کرنے کے بعد ان طلباء میں پائی جانے والی ذہنی صورتحال کی بڑھتی ہوئی اُلجھیں وآبادی کی ضرورتوں کی ہونے والی عدم تکمیل،ذات پات کا نظام،رنگ و نسل کے جھگڑے،مختلف مذہب اور زبان سے پھیلانے والے یا پیدا ہونے والے حالات اور آزادی کے خواب کی حسرت رکھنے ساتھ ساتھ اور اُن حسرت زدہ خوابوں کی تعبیر کی شکن گوئی کو بیان کیا گیا ہے۔ااس کے علاوہ اس دور کے ناولٹ کے موضوعات میں اپنے دور کے زندہ جاوید مسائل کی عکاسی بھی بہت عمدہ طریقہ سے کی گئی ہیں جیسے قحط کے واقعات،سیلاب،فساد اوران فرقہ وارانہ فسادات سے پیدا ہونے والی تباہ کاریوں کا ذکر ان ناولٹ کا امتیاز ہے۔ان ناولٹوں میں جدید سائنسی انکشافات اور مادّی ایجادات بھی انتہائی فنی چابکدستی سے موضوع بحث آئے ہیں۔ان ناولٹوں کا گہرائی سے مطالعہ کیا جائے تو ان میں شدّت کا احساس صاف طور سے نمایاں دکھائی دیتا ہے۔

موجودہ دور ہر اعتبار سے ترقی یافتہ دور کہلاتا ہے،سائنس تکنالوجی، نئی تعلیم اور تعلیمی نظام،ایجادات نئے نئے تجربات اور گلوبولائزیشن کی اس فضاء میں جن صاحب قلم نے اردو ناولٹ کے سرمائے میں بیش بہا اضاہ کیا ان ناولٹ نگاروں میں کرشن چندر، سہیل عظیم آبادی،خواجہ احمد عباس،آمنہ ابوالحسن اور جوگندر پال وغیرہ خصوصی طور پر اہمیت کے حامل نظر آتے ہیں۔ان ناولٹ نگاروں نے اپنی فکری اور سماجی تقاضوں کو بنیادی موضوع بنا کر متعدد ناولٹ تخلیق کیے ہیں،۔البتہ ۱۹۶۰ء کے بعد لکھے گئے اردو ادب کے بیشتر ناولٹوں میں ''کرشن چندر کا ناولٹ ''پیار ایک خوشبو''، سہیل عظیم آبادی کا''بے جڑ کے پودے''،خواجہ احمد عباس کا ناولٹ ''ایک پرانا ٹب اور دنیا بھر کا کچرا''،آمنہ ابوالحسن کا ناولٹ ''آخری دن''اور جوگندر پال کا ''آمد آمد'' اور ''بیانات ۱۹۷۵ء''وغیرہ بے حد قابل قدر ہیں۔کم وبیش اسی زمانے میں لکھنے والی ایک خاتون ناولٹ نگار شکیلہ اختر کے تین ناولٹوں کا مجموعہ بعنوان ''تنکے کا سہارا'' کے نام سے بھی شائع ہوا۔ جس میں شہری زندگی کو وہ شہر کے مخصوص طبقے کو بھی پیش کیا گیا ہے۔جیلانی بانو کا ناولٹ ''اکیلا''اور ابوالحسن کا''کالا مکان'' بیسویں صدی کے ناولٹوں میں خاص اہمیت کا حامل ہیں۔

۱۹۶۰ء کے بعد منظر عام پر آنے والے اردو ناولٹ کا سرسری جائزہ لیا جائے تو اردو ناولٹ میں موضوعاتی اعتبار سے دو طرح کی روئیں ایک تہذیبی و معاشرتی اور فنی اعتبار سے علامتی و تجریدی عمل ساتھ ساتھ چلتے ہوئے نظر آتے ہیں ان تمام ناولٹوں میں ایک طرح کی تاثر نمایاں طور پر سامنے آتا ہے، اسی کے ساتھ ساتھ زندگی اور اس کے اقداری تقاضوں کو ان ناولٹ نگاروں جدید فنی پیمانوں پر بہت عمدگی سے برتا ہے۔

☆ ☆ ☆